,, المفضّليات ،،

(ایک تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر عطیه خلیل عرب

علم و ادب اور بحث و تنقید کے اکثر ائمه کا اتفاق ہے که قدیم عربی شاعری کے علمی ادبی اور لُغوی مجموعه (المفضلّیـات) کا اصـل راوی اورجامع المفضل الضبی هی ہے چنانچه یه مجموعه اسی کی نسبت سے مشهور چلا آ رها ہے (۱) ۔

المفضلیات میں ۱۲۶، ۱۳۰ قصائد هیں جو ٦٦ شعراء کے ۲۷، ۲۷ اشعـار پـر مشتمـل هیـں ۔ اس مجموعه میں جاهلی، مخضرم اور اموی دور کے شعراء کا کلام جمع کیا گیا ہے اور حال هی میں ایک متداول شرح (استاذ احمد شاکر او عبدالسلام هارون کی) کا نیا ایڈیشن آیا ہے ۔ ان کے مقدمه کے چند کلمات سے هم اس بحث کا آغاز کرتے هیں ۔ (ولا نعلم قبل المفضل أقدم علی أن یصنع للناس اختیارا من الشعر) هم کو علم نهیں که المفضل سے قبل کسی نے منتخب اشعار کا مجموعه شائقین کی نذر کیا هو) ۔

تاریخی شهادت کے باوجود علم و ادب اور تحقیق و تدوین کے شائقین کیلئے یه امر دلچسپی سے خالی نه هوگا که مختلف ادوار میں متعدد مؤرخین و ناقدین ادب عربی نے اس کے اصل راوی اور جامع

کو موضوع بحث بنایا ۔ دوسری صدی میں کوفه اور بصره کے دو مدارس فکر پیدا هو گئے تھے، کوفه کے مدرسه فکر کا امام المفضل الضبی اور بصره کے مدرسه فکر کا امام الأصمعی تھا ۔ یه دونوں اپنی اپنی جگه روایت، درایت ، نقد و بلاغت اور لغت کے امام اور ماهر تسلیم کئے جاتے هیں ۔ نیز صدیوں سے المفضلیات کو علمی مجالس اور عظیم تعلیمی اداروں میں زبان و روایت کے اعتبار سے نہایت ثقه مرجع و مصدر کی حیثیت سے اهمیت دی جاتی رهی ہے۔ تاهم تقریباً هر دور میں یه سوال ضرور اٹھایا گیا که اس کا اصل راوی کون ہے اور جمع و تدوین کس کس کی سلامتِ ذوق یا حسنِ انتخاب کا ثمر ہے ۔

ابو الفرج الاصفهانی کی رائے :

همارى نظر میں تاریخ ادب عربی کے معروف عالم اور مشهور مؤرخ ابوالفرج الاصفهانی نے سب سے پہلے اس رائےکا اظہار کیا اور اپنی اسناد کے ساتھ درج کیا : ,,عن ابن الاعرابی ، عن ابی عثمان الیقطری ، وعن علی بن ابی الحسن ثلاثتهم عن المفضل الضبی قال : ,,کان ابراهیم بن عبدالله بن الحسن (بن حسن بن علی بن ابی طالب) متواریا عندی ، فکنت اخرج واترکه ، فقال لی : انک اذا خرجت ضاق صدری ، فاخرج الی شیئا من کتبک أتفرج به . فاخرجت الیه کتبا من الشعر ، فاختار منها سبعین قصیدة ، التی صدرت بها اختیار الشعراء ، ثم أتممت علیها باقی الکتاب ،، (۲)۔

(مفضل کے شاگرد رشید الأعرابی جو اسکا خاص راوی بھی تھا اور وه اور ابو عثمان الیقطری یه تینوں المفضل کے راوی هیں انھوں نے المفضل سے روایت کی ہے که ابراهیم بن عبدالله بن حسن میرے پاس روپوش تھے انھوں نے تنہائی اور وحشت کا شکوه کیا که

تم باهر نکل جاتے ہو تو میرا جی گھبراتا ہے ، کچھ کتابیں اپنی نکال دو تو میں مطالعه کروں اور جی بہلاؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ابراھیم نے اُن کتب (متفرق اجزاء) میں سے اپنی نفاست طبع اور ذوق سلیم کی روشنی میں ستر (۷۰) قصائد منتخب کر لئے ۔ ان کے بعد مجھکو بھی خیال آیا اور میں نے اپنا انتخاب شامل کیا تو کتاب یا مجموعه مکمل ہو گیا ، لیکن میں نے اس مجموعه کا آغاز ابراھیم کے منتخب اور معیاری قصائد ھی سے کرنا مناسب سمجھا ،، (۳)

المفضلّیات کی ترتیب آج بھی وھی ہے جو المفضل الضبی نے ابراھیم بن عبداللہ کے انتخاب سے شروع کی تھی اور اولین قصیده تابط شرا کا ہے ۔ جس کا مطلع :

یا عیـد مَا لَکَ مِن شَوقِ وَ اِیرَاقِ   وَ مَرّ طیفٍ من الأهوال طرّاق

ابوعلی القالی کی رائے :

ابو علی القالی معروف ادیب، ناقد اور کئی اعلی ادبی کتب کا مصنف گذرا ہے اس نے اپنی کتاب (الأمالی) میں یه روایت بیان کی ہے (أملی علینا أبو عکرمة الضبی (۴) المفضلیات من أولها الی اخرها ، وذکر ان المفضل اخرج منها ثمانین قصیدة للمهدی، وقرئت بعد علی الأصمعی فصارت مائة و عشرین :.. قال ابو الحسن الاخفش ـــ اخبرنا ابو العباس ثعلب ان ابا العالیة الانطاکی والسدری وعافیة بن شبیب (وهولاء کلهم بصریون من اصحاب الأصمعی) اخبروه انهم قرؤا (علی الأصمعی) المفضلیات ثم استقرءوا الشعر، فاخذوا من کل شاعر خیار شعره وضموه الی المفضلیات ، وسألوه (الأصمعی) عما فیه مما أشکل علیهم من معانی الشعر وغریبه، فکثرت جدا (۵) ـ

(مشهور نحوی الأخفش اور محمد بن اصفهانی سے القالی نے یه روایت بیان کی که ابو عکرمه الضبی نے هم کو اول سے آخر تک

المفضلیات املاء کرائی اور یہ بھی بتایا کہ المفضل نے خود اس میں سے اسی (۸۰) قصائد شاہزادہ مہدی کیلئے منتخب کئے تھے۔ پھر بعد میں الأصمعی سے بڑھے گئے تو انکی تعداد ایک سو بیس ہو گئی تھی اَخفش کا بیان ہے کہ اسکو ثعلب، انطاکی اور شبیب نے (جو بصرہ کے مکتب فکر کے امام الأصمعی کے ساتھیوں میں سے ھیں) اور ان سب نے الأصمعی کو المفضلیات سنائی اور پھر خود بھی بڑھوا کر سنی اور اَصمعی سے مشکل اشعار کے معانی اور غریب (نامانوس) الفاظ کی شرح سمجھی ، تب تو المفضلیات کے اشعار اور بھی بڑھ گئے .) (٦) قالی نے خود بھی المفضلیات کا قصیدہ (۳۰ ـ عبد یغوث الحارثی کا) الأخفش سے پڑھا تھا ـ

ابن الندیم کی رائے :

ابن الندیم نے کتاب الفهرست میں المفضل کے بارے میں لکھا ہے : (فضل نے ابراھیم بن عبداللہ کے ساتھ خروج کیا تھا ، لیکن ابو جعفر المنصور نے اس شرط بر اسکو معاف کر دیا کہ وہ المهدی کا اتالیق بننا قبول کر لے ـ تب المفضل نے مہدی کو لغت، شعر و ادب عربی کی تاریخ وغیرہ کی تعلیم دینے اور اس میں عربی کردار پیدا کرنے کیلئے جاهلیت کے ساتھ ساتھ مخضرم اور اموی دور کے بلند پایہ شعراء کے کلام کا انتخاب کیا ـ یہ کم و بیش ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) قصائد تھے ـ ابن الندیم، ابن الأعرابی کی قابل اعتماد روایت کا ذکر کرتے ھیں :

,,روایت و تعداد میں کمی بیشی یا تقدیم و تأخیر ہو سکتی ہے . لیکن معتبر اور مستند روایت وھی ھو گی جو المفضل سے ابن الأعرابی نے بیان کی ھو . (٧)

امام جلال الدین السیوطی کا بیان :

امام سیوطی کی همه جهت شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ اپنی متداول کتاب (المزهر) میں رقم طراز هیں : (ورد کذلک عن المفضل حین قال له العباس بن بکار : ما أحسن اختیارک للاشعار ، فلوز دتنا من اختیارک ؟) المفضل کے سلسلے میں یه قول وارد هوا ہے که اس سے عباس بن بکار نے اسکے ذوق سلیم کی تعریف کرتے هوئے کہا ,,تم نے اشعار کا کس درجه حسین انتخاب کیا ہے کیا هی اچها هوتا که تم اهل ذوق کی خاطر مزید اشعار منتخب کر لیتے اس کے جواب میں المفضل نے پوری ادبی اور راویانه دیانت داری کیساتھ جواب دیا که در اصل اس میں ابراهیم کے حسن نظر کا بهی حصه ہے اور یه بهی اعتراف کیا (کان ابراهیم أحفظ الناس للشعر فجمع فاخرجته فقال الناس انها اختیار المفضل) یعنی ابراهیم کو سب سے زیادہ شعر یاد تهے انهوں نے جمع کر دیئے اور میں نے انکی تخریج کی تو لوگوں نے مشهور کر دیا که یه المفضل کا انتخاب ہے) (۸) ۔

علامه عبدالعزیز المیمنی کی رائے:

علامه عبدالعزیز المیمنی نے سمط اللالی کے بعد ذیل الأمالی تحقیق کی اس پر جو بیش قیمت حواشی تحریر کئے انکا ایک حصه همارے موضوع سے بهی متعلق ہے ۔ علامه المیمنی نے قدماء کی رائے سے اختلاف بهی کیا ہے لیکن ابتداء میں یه ضرور کہا ہے که (یوجد فی بعض النسخ ـ بدار التحف البریطانیة ـ ۱۵۰ قصیدة ، بعضها فی طبعة الاصمعیات ، ولکن کاتبها یظن جمیعها من المفضلیات حیث یقول بآخرها ,,هذا آخر المفضلیات المعروف ,, علامه میمنی نے بعض نسخوں میں خاص طور پر برٹش میوزیم میں جو اصمعیات کا ایڈیشن

دیکھا ہے اس میں ۱۵۰ قصائد ہیں لیکن ان کا کاتب خیال کرتا ہے کہ یہ سب کے سب المفضلیات میں سے ہیں جیسا کہ آخر میں لکھتا ہے (یہ مشہور کتاب المفضلیات کا آخری حصہ ہے) پھر علامہ میمن اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے ۱۹۳۴ء میں مدراس یونیورسٹی میں دیا تھا ، فرماتے ہیں (میں نے ثعلب کے ہمنشین ابن وداع کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ (المفضلیات کا) دیکھا ہے آگے چل کر میں ثابت کر دوں گا البتہ اصمعیات کے نسخوں میں بھی غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے جن کا تعلق قصائد کی تعداد سے ہے . کتاب الاختیارین میں یہ اختلاف نمایاں نظر آتا ہے کہ وہ قصائد نہ تو اصمعی کا انتخاب ہیں اور نہ ہی مفضل کا . گویا مجہول علماء کا انتخاب تھا (وکذا شرحه ، هذا والذی یتخلص من کل هذا ان المفضلیات صنعة الأنباری مما یوثق به) یہی شرح کا حال ہے ، اور ان تمام جھنجٹوں سے نجات کا راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو انباری کی روایت پر محمول کر لیا جائے جس پر شبہ نہیں کیا جا سکتا . (۹)

میمن صاحب نے الأنباری پراعتماد کا اظہارکیا ہے اور الأنباری کا بیان یہ ہے . (أملی علینا عامر بن عمران ابو عکرمة الضبی هذه القصائد المختارة ، المنسوبة الی المفضل بن محمد الضبی ، املاء ، مجلسا ، مجلسا من اولها الی اخرها . و ذکر انه اخذها عن ابی عبدالله الاعرابی و ذکر انه اخذها عن المفضل الضبی) ابو محمد القاسم بن محمد بن بشار الأنباری نے شرح المفضلیات کے آغاز میں لکھا ہے کہ (عامر بن عمران ابو عکرمة ضبی نے وہ تمام کے تمام قصائد اول تا آخر ہم کو کئی نشستوں میں املاء کرائے جو المفضل الضبی کیطرف منسوب ہیں . اور یہ بھی بتایا کہ اس نے الأعرابی

سے اور الأعرابی نے براہ راست المفضل سے روایت کئے تھے .)
ہماری نظر میں الأعرابی ایک منفرد شخصیت کا مالک تھا جبکہ اسکا شمار اکابر ین لغت و نحو اور روایت شعر میں ہوتا ہے . دوسری امتیازی خصوصیت یہ کہ وہ المفضل کا پر وردہ ، اسکا شاگرد رشید اور اسکا راوی تھا . الأعرابی نے المفضل سے متعدد دواوین سنے اور تصحیح کا کام بھی سر انجام دیا . اسکی پیدائش کا سال ۱۵۰ اور وفات ۲۳۲ ھجری ہے . المفضل الضبی کو کوفہ کے مدرسۂ فکر کے امام کے علاوہ المھدی کے اتالیق ہونے کا شرف بھی اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ المفضلیات محض برائے نام اسکی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی جبکہ دوسری صدی سے آج تک بارہ سو دس سال سے مسلسل اُسی نسبت ، اَھمیت اور حیثیت سے پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور المفضل کی علمی عظمت اور روایت و لغت کا امام ہونے کی بناء پر اس کا شمار ثقہ مصادر میں ہوتا ہے۔اس ضمن میں بھی امالی للقالی کی روایت سے ہم استشہاد کرتے ھیں ـ (فقد روی القالی فی الامالی عن أبی عکرمة قال : مر أبو جعفر المنصور بالمھدی وھو ینشد المفضل قصیدة ,,المسیب بن علس ،، التی اولھا (ارحلت) وذکر القصیدة، ثم قال : فلم یزل واقفا حیث لا یشعر به حتی استوفی سماعھا ، ثم صار الی مجلس له ـ وأمر باحضارھما ، فحدث المفضل بوقوفه و استماعه لقصیدة المسیب و استحسانه إیا ھا ، وقال له لو عمدت إلی اشعار المقلین ، إخترت لفتاک لکل شاعر اجود ما قال لکان ذلک صوابا ففعل المفضل فبھذہ نجزم انھا من الثمانین)(۱۰)
(قالی نے ابو عکرمه سے روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو جعفر المنصور مھدی کی طرف سے گذرا جبکہ وہ اپنے استاذ المفضل سے سبق لے رھا تھا اور المسیب کا وہ قصیدہ جو (أرَحَلْتَ) سے شروع

هوتا ہے پڑھ کر سنارھا تھا خلیفه ایسی جگه خاموشی سے سنتا رھا جہاں اسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا ، پورا قصیده سن کر وہ اپنی جگه واپس آ گیا اور ان دونوں کو بلوایا ۔ پھر خود ھی المفضل کو المنصور نے بتا دیا که وہ چھپ کر المسیب کا قصیده سن رھا تھا نیز اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا ۔ المنصور خود بھی معانی شعر سے واقف تھااور شعراء کی اهمیت جانتا تھا ، اس نے المفضل کو مشوره دیا که کم گو معیاری شعراء کا کلام اپنے نوخیز شاگرد کیلئے انتخاب کرے اور اَکابر شعراء کا خوبصورت اور بہترین مجموعه جمع کر دیا جائے ، تو معتمد نے ایسا ھی کیا اس بنیاد پر هم وثوق سے کہه سکتے هیں که یه المفضل کا کارنامه ہے خواہ اسّی (۸۰) میں سے هو)۔

چھٹی صدی هجری کے مؤرخ صاحب منتهی الطلب هوں یا تین صدی قبل کے ابن قتیبه هوں حیرت کی بات ہے که ان ذی علم شخصیتوں میں اختلاف بھی ہے اور اتفاق بھی قطعی اور حتمی فیصله کوئی نہیں کرتا ۔ سب سے بڑی بات تو یه ہے که منتهی الطلب کے مقدمه (یه ایک هزار شعراء کے کلام کا ذخیره ہے) میں صاحب کتاب رقم طراز هیں که میں نے اپنی کتاب میں المفضل اور الأصمعی کے منتخب قصائد المفضلیات اورالاُصمعیات سے بھی لیکر شامل کئے هیں ,,المفضلیات کے قصائد پر خاص طور سے توجه دی اور ان کے اصل نمبر مثلاً (۱ : ۴۷ : ۵۰ : ۵۴) کی وضاحت بھی کی ہے که (وهی مفضلیة ، وقد قرأتها علی شیخی ابن الخشاب رحمه الله تعالی ویسکت عن الآخرین) یه المفضلیات کے قصائد هیں جو میں نے اپنے شیخ ابن الخشاب سے پوری المفضلیات میں سے چھانٹ کر پڑھے تھے۔ باقی قصائد کا کوئی ذکر نہیں کیا ،، (۱۱) ۔

مختلف ادوار کے مختلف مؤرخین و علماء کی آراء کا تفصیلی

جائزہ لینے کے بعد معلوم یہ ہوتا ہے کہ الأصفهانی ۳۵٦ ھـ) اور امام سیوطی (۹۱۱ھـ) میں صدیوں کا درمیانی فاصلہ ہے اور اسی قدر ان کے افکار و نظریات میں بھی فرق ملتا ہے ۔ ہم اگر اغلبیت کی آراء پر اعتماد کریں تو ہمکو الأصفهانی کا بیان تائیدی ملیگا اور سیوطی پر یقین کریں تو سارا مجموعہ ابراهیم کا مرهون منت ہوگا ۔ لیکن المفضل کی اپنی بار بار یقین دھانی ، ابن الأعرابی کی روایت ، ابوعکرمه کا بیان یه ثابت کر سکتا ہے که ممکن ہے المفضل نے ابراهیم کے کشکول سے استفادہ کیا ہو جیسا کہ اس نے ستر دیگر قصائد شعراء کے نام کے بغیر تسلیم کئے ہیں تو بنا بریں المفضل کے قول پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اور الأصفهانی کی اسناد بھی ابن اعرابی سے متصل ہیں ۔ اس لحاظ سے امام سیوطی کی رائے محل نظر ہے۔

ہماری یہ رائے کہ ..المفضلیات ایک قدیم ترین مجموعہ ہے اور اس کا جامع المفضّل ہے ،، کی تائید الأنباری ، المیمنی، القالی اور صاحب منتهی الطلب .جیسی ذی علم شخصیتوں کے بیانات پر مبنی ہے نیز خلیفه منصور کی مہدی کیلئے قدیم عربی شعراء کا مجموعۂ کلام منتخب کرنے کی فرمائش والی روایت سے بھی ہماری رائے کو تقویت ملتی ہے۔المفضّلیات کو علمی دُنیا میں بہت اہمیت حاصل ہے۔کار لائل نے اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں اسے شائع کیا ۔ ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر علی احمد علام نے ڈاکٹر مصطفیٰ هداره کی نگرانی میں جدید نوعیت کی طرح ڈالی اور اس کتاب کو لغت و ادب کی دستاویز ثابت کیا ہے ۔ الغرض قدیم شاعری اور تاریخ ادب عربی کا کوئی استاد ہو یا طالب علم وہ المفضلیات سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

حواشی

(۱) عربی زبان کی کتب تفسیر و حدیث نیز تاریخ و ادب و نحو کے بیشتر مصادر انکے مؤلف کے نام یا وطن سے منسوب هیں ، مثلاً تفسیر طبری ، تاریخ بغدادی ، صحیح بخاری طبقات ابن سعد۔ شرح مسلم بن عقیل (نحومین) . اکثر صرف نسبت یاد رهتی ہے اور مصنف کا نام و نسب بعد میں دیکھا جاتا ہے۔

(۲) ابراهیم بن عبداللہ اور المفضل نے عباسی خلیفه کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، اسی وجه سے وہ اس کے گھر میں روپوش یا پناہ گزین تھے۔

(۳) مفاتل الطالبین ، طبع القاهرة ، ص ۳۳۹ ـ ۳۴۷ .

(۴) الامالی ج ۳ ص ۱۳۰ ، طبع الدار .

(۵) معجم الادباء ج ۴ ص ۲۸۳ ابو عکرمه کی روایت ثقه ہے ، وہ المفضل کے راوی ابن الأعرابی کا راوی تھا اور اس سے الانباری نے جو بجائے خود ثقه راوی تھا المفضلیات روایت کی وہ بلا کا ذهین اور اشعار عرب کا سب سے زیادہ جاننے اور جانچنے والا تھا بلکه اشعار کا عظیم راوی گذرا ہے . وفات ۲۵۰ ھ

(٦) المفضلیات المقدمة ص ۱۱ دار المعارف ، مصر

(۷) کتاب الفهرست ، ص ۱۰۲

(۸) المزهر فی علوم اللغة ج ۲ ص ۳۱۹ طبع بولاق ، قاهرة

(۹) ملاحظه هو : سمط اللالی ج ۳ ص ٦۱ ـ

(۱۰) الامالی ج ۳ ص ۱۳۰ : ۱۳۲ ـ للقالی .

(۱۱) منتهی الطلب ج ۱ ص ۳۱۱ ـ ۳۱۸ .